Journal of Religion & Society (JRS)
Available Online:
https://islamicreligious.com/index.php/Journal/index
Print ISSN: 3006-1296Online ISSN: 3006-130X
Platform & Workflow by: Open Journal Systems

EXAMPLES FROM THE QURAN AND HUMAN NATURE: PRACTICAL APPLICATION IN THE MODERN ERA

امثال القرآن اور انسانی فطرت(عصر حاضر میں عملی اطلاق)

Arslan Arif
PhD Scholar Department Islamic Studies, University of Sialkot
arslan.arif@uskt.edu.pk
Muhammad Huzaifa
MS Scholar Department Islamic Studies, University of Sialkot
hafizhuzaifa31@gmail.com
Qudeer Ahmad
PhD Scholar Department Islamic Studies, University of Sialkot
qudeer.ahmad@uskt.edu.pk

ABSTRACT

The parables of the Quran, known as Amthal ul-Quran, are integral elements of divine wisdom, crafted to guide humanity toward spiritual enlightenment and moral rectitude. These parables employ vivid and relatable analogies to elucidate complex spiritual, ethical, and social truths, making them accessible to people of all intellectual capacities and cultural backgrounds. By bridging abstract ideas with tangible realities, they address universal human experiences and dilemmas, offering solutions rooted in timeless principles. This study delves into the profound relevance of Quranic parables in understanding human nature, reflecting on their alignment with contemporary societal challenges, such as rampant materialism, ethical deterioration, and spiritual crises. It examines how these narratives resonate with the human psyche, transcending historical and cultural barriers to provide enduring guidance. The analysis highlights their practical applications in promoting values such as justice, compassion, and self-awareness, which are essential for individual and collective well-being. Key recommendations include incorporating Quranic parables into educational curricula to enhance moral and ethical understanding among students, fostering their practical application through structured community training programs, and encouraging interdisciplinary research to explore their relevance in addressing modern-day challenges. Additionally, this research emphasizes the potential of Quranic parables to inspire personal growth, cultivate resilience, and guide societal transformation in an era marked by rapid change and moral ambiguity. Ultimately, this study reaffirms the Quranic parables' timeless significance as tools for nurturing holistic development, strengthening spiritual connections, and promoting a harmonious balance between personal aspirations and societal responsibilities. Their enduring wisdom remains a beacon of light, offering pathways to overcome challenges and achieve a just, equitable, and spiritually enriched world.

Keywords: *Examples of the Quran, Human Nature, Practical Application, Contemporary Relevance*

تعارف موضوع

قرآن مجید جو پوری انسانیت کے لیے ہدایت اور رہنمائی کا آفاقی منبع ہے اپنی تعلیمات میں حکمت، نصیحت اور عملی رہنمائی کے پہلوؤں کو منفرد انداز میں پیش کرتا ہے۔ ان میں سے ایک اہم اور موثر اسلوب "امثال القرآن" کا ہے۔ لفظ "مثل" عربی زبان میں "مشابہت" "تشبیہ" یا "مثال" کے معنی میں آتا ہے اور اصطلاح میں اس کا مطلب کسی تصور، حقیقت یا تعلیم کو واضح اور دلنشین انداز میں بیان کرنے کے لیے مثال پیش کرنا ہے۔ قرآن کی امثال گہری حکمتوں کا مجموعہ ہیں جو کسی پیچیدہ حقیقت کو عام فہم، موثر اور یادگار انداز میں بیان کرتی ہیں۔

امثال القرآن کی خصوصیت یہ ہے کہ یہ انسانی فطرت کے عمیق پہلوؤں کو نہایت عمدگی سے واضح کرتی ہیں۔ انسانی فطرت خیر و شر، عقل و جذبات، محبت و نفرت، اور روحانی وجسمانی پہلوؤں کا مجموعہ ہے۔ قرآن مجید کی امثال انسان کے نفس کے اندر چھپے ہوئے رجحانات، کمزوریوں اور صلاحیتوں کو اجاگر کرتی ہیں اور اسے اپنی اصلاح، روحانی ترقی، اور سماجی بھلائی کے راستے پر گامزن ہونے کا راستہ دکھاتی ہیں۔ یہ امثال انسانی ذہن کو سوچنے پر مجبور کرتی ہیں اور دلوں کو گہرے معنوی اثرات سے روشناس کراتی ہیں۔

عصر حاضر، جو تیز رفتار ترقی، سماجی پیچیدگیوں، اور روحانی بحرانوں کا زمانہ ہے، قرآن مجید کی امثال کو نئے زاویوں سے سمجھنے اور ان کا عملی اطلاق کرنے کی ضرورت کو مزید بڑھا دیتا ہے۔ موجودہ دور میں، جہاں مادی ترقی نے انسان کو ذہنی سکون اور اخلاقی بلندیوں سے دور کر دیا ہے، قرآن کی امثال انسانی زندگی کو ایک نیا رخ دے سکتی ہیں۔ یہ نہ صرف انسان کو اپنی تخلیق کے مقصد کی یاد دہانی کراتی ہیں بلکہ اسے اپنی ذمہ داریوں، رویوں اور اعمال کے بارے میں بھی آگاہ کرتی ہیں۔

اس آرٹیکل میں امثال القرآن کے معنی و مفہوم، ان کے ذریعے انسانی فطرت کی عکاسی، اور عصر حاضر کے تناظر میں ان کے عملی اطلاق کو تفصیلاً بیان کیا جائے گا۔ یہ بحث اس بات کو نمایاں کرے گی کہ کس طرح قرآن مجید کی امثال ہر زمانے اور ہر معاشرے کے لیے ایک زندہ اور دائمی رہنمائی فراہم کرتی ہیں۔ قرآن کی یہ امثال انسان کے روحانی، اخلاقی، اور سماجی ارتقا میں کلیدی کردار ادا کرتی ہیں اور انسان کو اس کی فطری صلاحیتوں اور ذمہ داریوں سے روشناس کراتی ہیں۔

اس موضوع پر مختلف تحقیق کام اس سے پہلے بھی ہو چکے ہیں جیسا کہ بین الاقوامی یونیورسٹی اسلام آباد میں محترمہ راحیلہ امتیاز نے "قرآن کریم میں امثال اور ان سے حاصل شدہ اسباق سورۃ آل عمران، سورۃ اعراف، سورۃ فتح اور سورۃ حجرات کی روشنی میں" کے نام سے سندی مقالہ لکھ کر ڈگری مکمل کی ہے۔

مقاصد تحقیق

یہ آرٹیکل درج ذیل مقاصد تحقیق پر مشتمل ہو گا

1. قرآن مجید میں موجود امثال وضاحت کے ساتھ ان کی افادیت اور حکمت کو اجاگر کیا جائے گا تاکہ ان کے ذریعے پیش کی گئی تعلیمات کو بہتر طور پر سمجھا جاسکے۔
2. قرآن کی امثال میں پوشیدہ حکمت اور ان کے انسانی رویوں پر اثرات کا تجزیہ پیش کیا جائے گا تاکہ ان کی عملی تاثیر کو سمجھا جا سکے۔

3. موجودہ دور کے اخلاقی، سماجی اور روحانی مسائل کے حل کے لیے قرآن کی امثال سے رہنمائی لینا۔

4. قرآن مجید کی امثال کو روزمرہ زندگی میں اپنانے کے قابلِ عمل طریقوں کی نشاندہی کرنا تاکہ یہ تعلیمات انسانی رویوں میں مثبت تبدیلی کا ذریعہ بن سکیں۔

5. اس آرٹیکل کے ذریعے یہ وضاحت کی جائے گی کہ کہ قرآن کی امثال ہر زمانے، معاشرے اور تہذیب کے لیے قابلِ عمل اور رہنماہیں۔

امثال کی تعریف:

امثال کا لفظ مثل کی جمع ہے اور مثل کا معنیٰ ہے کسی چیز کی نظیر، اس جیسا ہونا اس معنی کے لحاظ سے لفظ مثل "شبیہ" اور "مشابہت" کے مترادف ہے۔[1]

"مثل ایسی بات کو کہتے ہیں جو کسی چیز کے بارے میں کہی گئی ہو اور وہ کسی دوسری چیز کے بارے میں کہی گئی بات سے مشابہت رکھتی ہو تاکہ ایک کو دوسرے کے ذریعے واضح کیا جاسکے۔ جیسا کہ عربوں کے ہاں ایک مثال معروف ہے "الصیف ضیعت اللبن" گرمیوں میں تم نے دودھ ضائع کر دیا۔[2]

یہ مثال اس وقت بیان کرتے ہیں جب کوئی اپنے موقع کو ضائع کر دے۔

ادیب لوگوں کے ہاں مثل وہ مشہور قول ہے جس میں نتیجہ کو مورِد (اصل واقعہ) کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہو۔[3]"

امام راغب اصفہانی[4] کہتے ہیں: "مثل" کا اصل مفہوم قائم ہونا اور سامنے آنا ہے۔ "ممثل" کسی شے کو دوسری شے کے مشابہ بنا کر پیش کرنے والے کو کہا جاتا ہے۔ جیسے کہا جاتا ہے "مثل الشيء" یعنی وہ شے قائم اور واضح ہو گئی۔

مثال کے طور پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا": فَأَرْسَلْنَا إِلَيْهَا رُوحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا" [5]

"پس ہم نے اس کے پاس اپنا فرشتہ بھیجا اور وہ اس کے سامنے ایک مکمل انسان کی صورت میں ظاہر ہوا۔

مشہور ادیب نظام معتزلی[6] فرماتے ہیں مثال میں چار خوبیاں ایسی ہیں جو دوسرے کلام میں نہیں ملتیں:

---

[1] ابن منظور افریقی، محمد بن مکرم، لسان العرب (بیروت: دار مصادر، 1414ھ)، 3/221

[2] راغب اصفہانی، المفردات في غريب القرآن (بیروت: دار الفکر، 1998م)، 462

[3] الرومی، فہد بن عبد الرحمٰن بن سلیمان، دراسات فی علوم القرآن الکریم (ریاض: مکتبۃ الملک فہد، 1426ھ)، 594

[4] راغب الاصفہانی (متوفی: 502ھ) الحسین بن محمد بن المفضل، ابو القاسم الاصفہانی (یا الاصبہانی)، آپ کو الراغب کے نام سے جانا جاتا ہے۔ بغداد کے رہنے والے ایک جلیل عالم، عظیم مصنف اور دانشمند تھے۔ آپ بہت سی کتابوں کے مصنف ہیں، مثلاً: محاضرات الأدباء، مفردات القرآن، الأخلاق وغیرہ (الزرکلی: الأعلام 2/255)

[5] القرآن، مریم 19: 17

[6] نظام معتزلی (وفات: 231ھ / 845ء) ان کا پورا نام ابو اسحاق ابراہیم بن سیار النظام تھا، آپ بصرہ میں پیدا ہوئے اور واصل بن عطا کے شاگرد رہے، معتزلہ کے اہم متکلمین میں سے ہیں اور ان کے نظریاتی نظام میں نمایاں مقام رکھتے ہیں۔

1. اختصارِ الفاظ
2. معنی کی درستگی
3. عمدہ تشبیہ
4. کنائے کی خوبصورتی

یہ خصوصیات مثال کو انتہائی بلیغ اور پر اثر بناتی ہیں۔[7]

قرآن مجید میں امثال

قرآن کریم میں مثل کسی معنی کو ایک مختصر اور محسوس شکل میں پیش کرنے کو کہا جاتا ہے، جو اسے خوبصورتی اور دلکشی عطا کرتی ہے اور انسانی نفس پر گہرا اثر ڈالتی ہے، خواہ وہ تشبیہ کی صورت میں ہو یا ایک آزاد بیان کے طور پر۔

قرآن میں دی گئی امثال بھی اسی قاعدے کے تحت ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"وَتِلْكَ الْأَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ وَمَا يَعْقِلُهَا إِلَّا الْعَالِمُونَ "[8]

"اور یہ مثالیں ہم لوگوں کے لیے بیان کرتے ہیں اور انہیں صرف علم والے ہی سمجھتے ہیں۔"

حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " أَعْرِبُوا الْقُرْآنَ، وَاتَّبِعُوا غَرَائِبَهُ وَغَرَائِبُهُ فَرَائِضُهُ وَحُدُودُهُ، فَإِنَّ الْقُرْآنَ نَزَلَ عَلَى خَمْسَةِ أَوْجُهٍ: حَلَالٍ وَحَرَامٍ وَمُحْكَمٍ وَمُتَشَابِهٍ وَأَمْثَالٍ، فَاعْمَلُوا بِالْحَلَالِ وَاجْتَنِبُوا الْحَرَامَ وَاتَّبِعُوا الْمُحْكَمَ وَآمِنُوا بِالْمُتَشَابِهِ وَاعْتَبِرُوا بِالْأَمْثَالِ"[9]

" قرآن کریم کو صحیح طریقے سے پڑھو (اعراب کے ساتھ) اور اس کی عجیب و غریب باتوں کو سمجھو، اور اس کی عجیب و غریب باتیں اس کے فرائض اور حدود ہیں بے شک قرآن پانچ پہلوؤں پر نازل ہوا ہے: حلال، حرام، محکم، متشابہ اور امثال۔ پس حلال پر عمل کرو، حرام سے بچو، محکم کی پیروی کرو، متشابہ پر ایمان لاؤ، اور امثال سے عبرت حاصل کرو۔"

اس حدیث مبارکہ سے بھی واضح ہوا کہ قرآن کریم میں امثال عبرت کے لیے بیان کی گئی ہیں تاکہ ان سے رہنمائی حاصل کی جا سکے۔

امثال القرآن کی افادیت

امثال القرآن میں انسانوں کے لیے علم، حکمت اور رہنمائی کے ذخائر پوشیدہ ہیں۔ قرآن مجید جو سراپا ہدایت ہے اس کی تمثیلات کا بنیادی مقصد انسان کو عبرت دلانا، غور و فکر کی دعوت دینا اور اسے حقیقتِ حیات کی طرف متوجہ کرنا ہے۔ یہ مثالیں دنیا کی ناپائیداری اور زوال کو سمجھنے کا موقع فراہم کرتی ہیں تاکہ انسان خداوندِ وحدہ لاشریک پر ایمان لائے اور شرک سے بچ سکے۔

قرآن پاک کی امثال سے درج ذیل فوائد حاصل کیے جاسکتے ہیں:

---

[7] المیدانی، ابو الفضل احمد بن محمد بن احمد، مجمع الامثال (قاہرہ: مطبعۃ بولاق، 1322ھ)، 1/6

[8] القرآن، العنکبوت 29: 43

[9] بیہقی، خراسانی، احمد بن حسین، شعب الایمان، فصل فی ترک التفسیر بالظن (ریاض: مکتبہ الرشد، 2003ء)، 3/548، رقم الحدیث: 2095

1. **وعظ و نصیحت**: یہ امثال انسان کو نیک اعمال کی ترغیب دیتی ہیں اور برائی سے باز رہنے کا درس دیتی ہیں۔
2. **زجر و عبرت**: ان مثالوں کے ذریعے نصیحت حاصل کرنے والوں کے لیے سبق ہوتا ہے اور غافلوں کو جھنجوڑنے کا ذریعہ بنتا ہے۔
3. **تقریر و تاکید**: قرآن مجید کی تمثیلات بیان کو مؤثر اور پرزور بناتی ہیں، جس سے انسان مراد کو گہرائی سے سمجھ سکتا ہے۔
4. **فہم کی سہولت**: قرآن حکیم کی مثالیں معانی کو واضح اور ذہن کے قریب کرتی ہیں۔ مراد کو ایسی صورت میں پیش کیا جاتا ہے جو محسوس اور قابلِ فہم ہو۔

امثال کا اندازِ بیان قرآن مجید کے پیغام کو زیادہ واضح اور جامع انداز میں پیش کرتا ہے۔ اس کے ذریعے معانی ایسے کھلتے ہیں کہ سننے والے کے دل و دماغ پر اثر انداز ہو کر اسے عمل کی دعوت دیتے ہیں۔ قرآن مجید کی یہ حکمت عملی مخاطب کے ذہن کو حقیقت کی گہرائیوں میں لے جاتی ہے اور اسے ان حقائق کے ادراک میں مدد دیتی ہے جو عام طور پر نظروں سے اوجھل رہتے ہیں۔

امثال القرآن میں انسانی فطرت کی رعایت

قرآن مجید انسانی فطرت کے مطابق تعلیمات پیش کرتا ہے اور امثال القرآن اسی حکمت کا بہترین اظہار ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں جو مثالیں بیان کی ہیں وہ انسان کی نفسیات، فطری میلانات اور ذہنی استعداد کو مدنظر رکھتے ہوئے بیان کی گئی ہیں تاکہ پیغام زیادہ مؤثر اور قابل فہم ہو۔

انسانی فطرت میں تجریدی خیالات کے مقابلے میں محسوسات اور مشاہدات کے ذریعے سمجھنے کی صلاحیت زیادہ ہوتی ہے۔ اسی لیے قرآن مجید میں تمثیلات کے ذریعے گہرے معنوی حقائق کو انسانی فطرت کے قریب کر دیا گیا ہے۔ مثالیں انسان کے ذہن پر گہرا اثر ڈالتی ہیں، کیونکہ وہ روزمرہ زندگی کے تجربات اور مشاہدات سے اخذ کی گئی ہوتی ہیں۔

انسانی فطرت کی رعایت کے پہلو

1. **مشاہداتی حقیقت سے استفادہ:**

قرآن پاک میں اکثر مثالیں ان چیزوں سے لی گئی ہیں جنہیں انسان اپنی روزمرہ زندگی میں دیکھتا اور سمجھتا ہے، جیسے روشنی اور اندھیرا، بارش اور زمین، درخت اور پھل، یا مکڑی اور مکھی کے واقعات۔ یہ مثالیں انسانی ذہن کو پیغام کی گہرائی تک پہنچانے میں مددگار ہوتی ہیں۔

2. **سادہ اور جامع انداز:**

انسانی فطرت سادگی پسند ہے۔ قرآن مجید کی امثال ایسے مختصر اور جامع انداز میں بیان کی گئی ہیں کہ ہر سطح کا انسان انہیں آسانی سے سمجھ سکے۔

3. **عبرت اور نصیحت کا پہلو:**

انسان فطرتاً نصیحت پذیر ہے، خاص طور پر جب اسے کسی قصے یا مثال کے ذریعے سمجھایا جائے۔ قرآن میں مثالوں کے ذریعے عبرت اور نصیحت کا پہلو نمایاں کیا گیا ہے تاکہ انسان اپنی اصلاح کی طرف راغب ہو۔

4. **تنبیہ اور ترغیب:**

انسانی فطرت میں امید اور خوف دونوں پہلو پائے جاتے ہیں۔ قرآن مجید کی امثال میں کبھی جنت کی نعمتوں کا ذکر کرکے ترغیب دی جاتی ہے، تو کبھی عذابِ جہنم کا ذکر کرکے خبردار کیا جاتا ہے۔ یہ دونوں پہلو انسان کی فطرت سے ہم آہنگ ہیں اور اسے حق کی طرف متوجہ کرتے ہیں۔

ذیل میں قرآن کریم سے چند امثلہ بطور نموذج ذکر کی جاتی ہیں جن میں انسانی فطرت کی رعایت رکھی گئی ہے اور پھر ان امثلہ کی عصرِ حاضر میں عملی تطبیق کو بیان کیا جائے گا کہ آج ایک شخص ان امثلہ سے کس طرح مستفید ہو سکتا ہے۔

مثال اول

"اللَّهُ الَّذِي خَلَقَكُم مِّن ضَعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِن بَعْدِ ضَعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِن بَعْدِ قُوَّةٍ ضَعْفًا وَشَيْبَةً" [10]

ترجمہ: "اللہ وہ ہے جس نے تمہیں ضعف (کمزوری) کی حالت میں پیدا کیا پھر کمزوری کے بعد قوت عطا کی اور پھر قوت کے بعد کمزوری اور بڑھاپا دے دیا۔"

یہ آیت انسانی زندگی کے مختلف مراحل کی ایک جامع تمثیل پیش کرتی ہے جو نہایت حکمت اور بصیرت سے انسانی فطرت کو واضح کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو کمزوری کی حالت سے پیدا کیا جیسے بچپن میں انسان مکمل طور پر دوسروں کے سہارے پر ہوتا ہے۔ پھر جوانی اور قوت کا دور آتا ہے جہاں انسان طاقت، توانائی اور اپنی مکمل صلاحیتوں کے عروج پر ہوتا ہے۔ اس کے بعد بڑھاپے کا دور آتا ہے جو ایک بار پھر کمزوری اور ناتوانی کا مظہر ہے۔

یہ آیت انسان کو اپنی فطری حقیقت سے اس طرح روشناس کراتی ہے کہ وہ اپنی طاقت اور جوانی پر کبھی غرور نہ کرے کیونکہ یہ سب اللہ کی عطا ہے، اس نے ہمیشہ نہیں رہنا اور ایک دن اسے دوبارہ کمزوری کا سامنا کرنا پڑے گا۔

انسانی فطرت کے ساتھ تعلق:

1. انسان اپنی پیدائش سے لے کر موت تک اللہ کے فضل اور دوسروں کی مدد پر منحصر ہے۔ بچپن میں والدین اور جوانی میں اللہ کی عطا کردہ قوت اس بات کی علامت ہیں کہ انسان مکمل طور پر خودمختار نہیں۔
2. جوانی کی طاقت میں انسان عموماً اللہ کو بھول کر غرور کا شکار ہو جاتا ہے۔ اس آیت میں اس حقیقت کی یاددہانی کرائی گئی ہے کہ یہ طاقت عارضی ہے اور اسے فنا ہونا ہے۔
3. بڑھاپے کی کمزوری انسان کو اس کی حقیقت یاد دلاتی ہے کہ اصل طاقت اور بقا اللہ کے ہاتھ میں ہے۔

عصرِ حاضر میں اطلاق:

عصرِ حاضر میں ہم اس تمثیل کا اطلاق ہم اس طرح کر سکتے ہیں۔

1. آج کے دور میں صحت اور جوانی کے عروج میں انسان اپنی صحت کا خیال نہیں رکھتا۔ یہ آیت ہمیں یاد دلاتی ہے کہ صحت اور قوت عارضی ہیں اور ہمیں ان کی حفاظت کرنی چاہیے۔
2. اس آیت سے یہ سبق ملتا ہے کہ ہمیں بزرگوں کا احترام کرنا چاہیے کیونکہ وہ دوبارہ کمزوری کی حالت میں آ چکے ہیں اور ان کا سہارا بننا ہماری ذمہ داری ہے۔

---

[10] القرآن، الروم:54

3. آج کا انسان اپنی سائنسی ترقی اور طاقت پر غرور کرتا ہے حالانکہ وہ ایک وائرس یا بیماری سے کمزور ہو سکتا ہے۔ یہ آیت ہمیں اس غرور سے بچنے اور اللہ پر انحصار کرنے کی تعلیم دیتی ہے۔
4. زندگی کے عروج اور زوال کو سمجھتے ہوئے انسان کو اپنی زندگی کا انتظام اس انداز سے کرنا چاہیے کہ بڑھاپے کے لیے وسائل اور سہولتیں مہیا ہوں۔
5. بڑھاپا انسان کو اس حقیقت کا شعور دلاتا ہے کہ دنیا کی زندگی عارضی ہے اور اسے اپنی توانائی آخرت کی تیاری میں صرف کرنی چاہیے۔

مثال دوم

"وَاضْرِبْ لَهُم مَّثَلَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا كَمَاءٍ أَنزَلْنَاهُ مِنَ السَّمَاءِ فَاخْتَلَطَ بِهِ نَبَاتُ الْأَرْضِ فَأَصْبَحَ هَشِيمًا تَذْرُوهُ الرِّيَاحُ ۗ وَكَانَ اللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ مُّقْتَدِرًا" [11]

ترجمہ: "اور ان کے لیے دنیاوی زندگی کی مثال بیان کرو کہ وہ اس پانی کی طرح ہے جسے ہم نے آسمان سے نازل کیا پھر زمین کی نباتات اس سے گھل مل گئیں اور پھر وہ خشک ہو کر چورا چورا ہو گئیں جسے ہوائیں اڑائے لیے پھرتی ہیں اور اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔"

قرآنی مثال کی وضاحت

اس آیت مبارکہ میں دنیاوی زندگی کی حقیقت کو ایک حسین مگر عارضی حقیقت کے طور پر واضح کیا گیا ہے۔ اس کی مثال بارش کے پانی سے دی گئی ہے جو زمین کی مردہ سطح کو زندہ کر دیتا ہے اور اسے سرسبز و شاداب بنا دیتا ہے۔ مگر یہ کیفیت دیرپا نہیں ہوتی۔ تھوڑے ہی عرصے بعد یہ سبزہ سوکھ کر بکھر جاتا ہے اور ہوائیں اسے اڑا لے جاتی ہیں۔

یہ مثال اس بات کو نمایاں کرتی ہے کہ دنیاوی مال و دولت اور کامیابیاں وقتی ہیں۔ ان کی دلکشی اور عارضی وجود انسان کو دھوکے میں ڈال سکتے ہیں۔ یہی حقیقت انسان کو دنیاوی حرص اور غفلت کے خطرات سے آگاہ کرتی ہے اور آخرت کے حقیقی اور دائمی مقام کی طرف متوجہ کرتی ہے۔

انسانی فطرت کے ساتھ ہم آہنگی

قرآنی مثالیں انسانی فطرت کے ساتھ ہم آہنگ ہیں کیونکہ فطرت کے مطابق انسانی ذہن مثالوں سے بہتر طور پر حقائق کو سمجھتا ہے۔

1. انسان کی فطرت میں دنیاوی مال و دولت اور زیب و زینت کی طرف رغبت پائی جاتی ہے۔ قرآن مجید کی یہ مثال انسانی فطرت کو مد نظر رکھتے ہوئے یہ باور کراتی ہے کہ دنیا کی چمک دمک عارضی ہے اور انسان کو اپنی ترجیحات میں آخرت کو مقدم رکھنا چاہیے۔
2. انسان فطرتاً غفلت کا شکار ہوتا اور دنیاوی خواہشات کی کشش میں کھو کر اپنے اصل مقصد کو بھول سکتا ہے۔ قرآن کریم کی یہ تمثیل انسانی فطرت کی اس کمزوری کو اجاگر کرتی ہے اور اس کا حل پیش کرتے ہوئے غفلت سے بیداری کی دعوت دیتی ہے۔

---

[11] القرآن، الکہف18: 45

3. دنیاوی زندگی کی عارضی حقیقت انسانی محدود سوچ کو چیلنج کرتی ہے جو عموماً وقتی فائدے کے پیچھے بھاگنے کی عادت رکھتی ہے۔ یہ مثال انسان کی فطرت کے عین مطابق اس کی سوچ کو وسیع اور حقیقت پسند بنانے میں مدد گار ثابت ہوتی ہے۔

عصر حاضر میں اس مثال کا اطلاق

1. آج کے دور میں انسان مادی ترقی کو کامیابی کا پیمانہ سمجھتا ہے۔ یہ آیت واضح کرتی ہے کہ تمام مادی ترقی اور اس سے حاصل ہونے والی خوشحالی فنا ہونے والی ہے۔
2. جدید دور کے انسان کی زندگی زیادہ تر غیر ضروری مشاغل، سوشل میڈیا، اور دنیاوی خواہشات کی تکمیل میں گزر جاتی ہے۔ اس آیت کا اطلاق انسان کو اپنی زندگی کے اصل مقصد کو پہچاننے اور وقت کے صحیح استعمال کی ترغیب دیتا ہے۔
3. دنیاوی وسائل کی زیادتی اور ان کا غلط استعمال ماحولیاتی بحران کا سبب بن رہے ہیں۔ یہ مثال دنیا کی خوبصورتی اور وسائل کی عارضی نوعیت کو سمجھنے اور ان کی حفاظت کرنے کی اہمیت اجاگر کرتی ہے۔

مثال سوم

"مَثَلُ ٱلَّذِينَ كَفَرُواْ بِرَبِّهِمۡ أَعۡمَـٰلُهُمۡ كَرَمَادٍ ٱشۡتَدَّتۡ بِهِ ٱلرِّيحُ فِي يَوۡمٍ عَاصِفٍۖ لَّا يَقۡدِرُونَ مِمَّا كَسَبُواْ عَلَىٰ شَيۡءٍۚ ذَٰلِكَ هُوَ ٱلضَّلَٰلُ ٱلۡبَعِيدُ"[12]

اللہ تعالیٰ اس آیت میں کفار کے اعمال کو راکھ سے تشبیہ دیتے ہیں جسے طوفانی دن کی تیز ہوا بکھیر کر رکھ دیتی ہے۔ اس مثال کا مطلب یہ ہے کہ کفار کے تمام اعمال چاہے وہ بظاہر کتنے ہی اچھے اور نیک نظر آئیں قیامت کے دن اللہ کے ہاں کوئی وزن یا اہمیت نہیں رکھیں گے۔ ان کے اعمال اس راکھ کی مانند ہوں گے جو نہ تو جمع کی جاسکتی ہے اور نہ ہی کسی کام آتی ہے۔

یہ مثال نہایت مؤثر انداز میں اس حقیقت کو بیان کرتی ہے کہ شرک اور کفر کی حالت میں کیے گئے اعمال کا کوئی اجر نہیں۔ اللہ تعالیٰ ان اعمال کو ضائع اور بے وقعت کر دیتے ہیں کیونکہ ان کی بنیاد غلط عقائد پر ہوتی ہے۔

انسانی فطرت کے ساتھ ہم آہنگی

1. انسان کی فطرت میں یہ بات شامل ہے کہ وہ اپنی محنت اور اعمال کا مثبت نتیجہ دیکھنا چاہتا ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ اس کے اعمال کی قدر ہو اور انہیں کسی نہ کسی صورت میں تسلیم کیا جائے۔ لیکن کفار کے اعمال ان کے غلط عقائد اور اللہ کے ساتھ کفر کی وجہ سے، ان کی فطری خواہش کے برخلاف ضائع ہو جاتے ہیں۔ یہ آیت انسان کو اس حقیقت سے آگاہ کرتی ہے کہ اعمال کا نتیجہ دیکھنے کے لیے ضروری ہے کہ ان کی بنیاد اللہ کی رضا اور توحید پر ہو۔
2. انسان فطری طور پر اپنی دنیاوی کامیابیوں، شہرت اور نیک اعمال پر فخر کرتا ہے چاہے وہ دینی بنیادوں پر ہوں یا نہ ہوں۔ قرآن کریم اس آیت کے ذریعے انسان کی اس فطرت کو مخاطب کرتے ہوئے اسے یاد دلاتا ہے کہ اگر اس کے اعمال اللہ کی وحدانیت اور اخلاص کے بغیر ہیں تو وہ قیامت کے دن بے فائدہ اور بے وزن ہوں گے۔ یہ حقیقت انسان کی فطرت کے عین مطابق ہے جو اسے اپنے اعمال کا جائزہ لینے اور ان کی اصل بنیاد کو پرکھنے پر مجبور کرتی ہے۔

---

[12] القرآن، ابراہیم 14: 18

عصر حاضر میں اطلاق

1. آج کے دور میں انسان دنیاوی مال و دولت، شہرت اور ظاہری کامیابیوں کے پیچھے دوڑ رہا ہے۔ وہ اپنی کامیابیوں کو اپنی زندگی کی معراج سمجھتا ہے اور انہیں ہی اپنی پہچان بناتا ہے۔ لیکن یہ آیت انسان کو یہ یاد دہانی کراتی ہے کہ دنیاوی کامیابیاں اگر اللہ کی رضا کے بغیر ہوں تو وہ قیامت کے دن کسی کام نہیں آئیں گی۔ یہ مثال عصر حاضر کے اس رویے کو چیلنج کرتی ہے اور انسان کو اپنی ترجیحات کو بدلنے کی ترغیب دیتی ہے۔

2. کئی افراد فلاحی کاموں، صدقات اور دنیاوی خدمات کو اپنی نجات کا ذریعہ سمجھتے ہیں لیکن اگر ان اعمال میں اخلاص اور اللہ کی رضا شامل نہ ہو تو وہ بے کار ہو جاتے ہیں۔ یہ آیت ہمیں اس بات کی تاکید کرتی ہے کہ ہر عمل کو خالص نیت اور ایمان کی بنیاد پر انجام دینا چاہیے تاکہ وہ دنیا اور آخرت دونوں میں نفع بخش ثابت ہو۔

3. موجودہ دور میں کئی لوگ دین سے دوری اور روحانی زوال کا شکار ہیں۔ وہ دین کی تعلیمات سے بے خبر ہو کر اپنی دنیاوی خواہشات کو مقدم رکھتے ہیں۔ اس آیت کی روشنی میں ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ صرف دنیاوی خواہشات کی تکمیل انسان کو حقیقی کامیابی نہیں دے سکتی۔ انسان کو اپنی اصل منزل کی طرف رجوع کرنا ہوگا جو اللہ کی رضا اور آخرت کی کامیابی ہے۔

مثال چہارم

"ضَرَبَ ٱللَّهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ أَصۡلُهَا ثَابِتٌ وَفَرۡعُهَا فِي ٱلسَّمَآءِ تُؤۡتِيٓ أُكُلَهَا كُلَّ حِينِۭ بِإِذۡنِ رَبِّهَا"[13]

اس آیت میں عملِ صالح کو ایک پاکیزہ درخت سے تشبیہ دی گئی ہے جو زمین میں اپنی جڑوں کے ذریعے مضبوطی سے قائم ہے اور اس کی شاخیں آسمان تک بلند ہیں۔ اس مثال کا مقصد عملِ صالح کی اثر انگیزی، استحکام اور اہمیت کو واضح کرنا ہے۔ اس مثال کی تفصیل کچھ اس طرح ہے۔[14]

1. اصلہا ثابت

یہ الفاظ اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ ایمان اور نیک اعمال کی بنیاد مضبوط ہوتی ہے جیسے ایک درخت کی جڑیں زمین میں گہرائی سے پیوست ہوتی ہیں۔ یہ بنیاد انسان کے عقائد، ایمان اور اللہ کی رضا کے حصول پر مبنی ہے۔

2. وفرعھا في السماء

درخت کی شاخیں آسمان تک بلند ہیں جو نیک اعمال کے اثرات کی وسعت اور ان کے بلندی تک پہنچنے کا مظہر ہیں۔ یہ شاخیں دنیا میں انسان کی اخلاقی اور روحانی ترقی کی علامت ہیں اور آخرت میں انعامات کی بشارت دیتی ہیں۔

3. ثمر آور درخت

یہ درخت ہر وقت پھل دیتا ہے جو اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ نیک اعمال کے اثرات محدود نہیں بلکہ مسلسل اور دائمی ہوتے ہیں۔

عملِ صالح اور انسانی فطرت کے ساتھ ہم آہنگی

---

[13] القرآن، ابراہیم 14: 24

[14] تھانوی، اشرف علی، تفسیر بیان القرآن (لاہور: مکتبہ رحمانیہ، 2018ء)، 2/89

مضبوط بنیاد کی خواہش

انسانی فطرت یہ تقاضا کرتی ہے کہ اس کی زندگی کی بنیاد مستحکم ہو۔ یہ مثال انسان کو نیک اعمال کی بنیاد پر اپنی زندگی کو مضبوط بنانے کی ترغیب دیتی ہے، تاکہ وہ دنیاوی پریشانیوں اور آخرت کی آزمائشوں کا کامیابی سے سامنا کر سکے۔

اخلاقی اور روحانی بلندی

انسان کی فطرت اسے روحانی ترقی اور اخلاقی بلندی کی طرف مائل کرتی ہے۔ "وفرعها في السماء" انسان کو یاد دلاتا ہے کہ نیک اعمال اس کی شخصیت کو بلند کرتے ہیں اور اسے اللہ کے قریب کرتے ہیں۔

فائدہ پہنچانے کی فطرت

انسانی فطرت دوسروں کو فائدہ پہنچانے کی خواہش رکھتی ہے۔ اس درخت کی خصوصیت یہ ہے کہ یہ ہر وقت پھل دیتا ہے جو اس بات کا اشارہ ہے کہ نیک اعمال کے اثرات نہ صرف خود انسان کے لیے بلکہ دوسروں کے لیے بھی فائدہ مند ہوتے ہیں۔

عصر حاضر میں اس مثال کا اطلاق

قرآن مجید کی یہ مثال، "کلمہ طیبہ" کو ایک مضبوط اور بلند درخت سے تشبیہ دے کر عصر حاضر کے چیلنجز کے مقابلے میں عمل صالح کی اہمیت کو اجاگر کرتی ہے۔ موجودہ دور میں جہاں انسان مختلف اخلاقی اور روحانی مسائل کا شکار ہے یہ مثال نیک اعمال کی پائیداری، افادیت اور اثرات کی وسعت کو عملی طور پر سمجھنے کا ذریعہ بنتی ہے۔

اخلاقی رہنمائی کا فقدان

آج کے دور میں اخلاقی اقدار کی کمی شدت اختیار کر چکی ہے۔ لوگ مادی ترقی کو کامیابی کا معیار سمجھنے لگے ہیں، جبکہ روحانی اور اخلاقی ترقی کو پس پشت ڈال دیا گیا ہے۔ یہ مثال یاد دلاتی ہے کہ کامیاب زندگی وہی ہے جو نیک اعمال اور مضبوط عقائد پر مبنی ہو کیونکہ ان کی بنیاد ہمیشہ مستحکم اور دیرپا ہوتی ہے۔

دنیوی اور اخروی کامیابی کا معیار

عصر حاضر کے انسان کے لیے کامیابی کا معیار دنیاوی مفادات اور عیش و آرام ہے۔ اس قرآنی مثال کے ذریعے سمجھایا گیا ہے کہ نیک اعمال نہ صرف دنیا میں سکون اور اطمینان کا باعث بنتے ہیں بلکہ آخرت میں بھی کامیابی کی ضمانت فراہم کرتے ہیں۔

سماجی استحکام اور ترقی

یہ مثال اجتماعی زندگی کے لیے ایک اہم سبق فراہم کرتی ہے۔ مضبوط درخت کی مانند، ایک صالح انسان کے نیک اعمال اس کے ارد گرد کے ماحول کو بھی فائدہ پہنچاتے ہیں۔ عصر حاضر میں معاشرتی مسائل جیسے بے حسی، ظلم اور بد دیانتی کے خاتمے کے لیے نیک اعمال کو فروغ دینا لازمی ہے۔

استحکام اور استقامت کی ضرورت

عصر حاضر میں انسان کو ایک ایسے اصول اور رہنمائی کی ضرورت ہے جو وقت کے ساتھ بدل نہ جائے۔ یہ مثال عملِ صالح کو ایک مضبوط اور بلند درخت سے تشبیہ دے کر استحکام اور استقامت کی اہمیت واضح کرتی ہے جس سے موجودہ دور کے انسان کو اپنے فیصلوں میں پختگی اور زندگی میں استحکام کا درس ملتا ہے۔

خلاصہ بحث

اس آرٹیکل میں قرآن کریم کی مختلف مثالوں کا جائزہ لیا گیا اور ان کا انسان کی فطرت اور عصر حاضر کے مسائل کے ساتھ تعلق واضح کیا گیا۔ قرآن کی مثالیں نہ صرف انسان کے فطری رجحانات کو بیان کرتی ہیں بلکہ ان کی بنیاد پر انسان کو صحیح رہنمائی فراہم کرتی ہیں تاکہ وہ اپنی زندگی کو درست سمت میں رواں رکھے۔ مثالوں کے ذریعے انسانی ذہن کو سادہ اور مؤثر طریقے سے حقیقت کا شعور دلایا گیا ہے، تاکہ وہ دنیا کی عارضیت، اعمال کی حقیقت اور آخرت کے حوالے سے اپنے طرزِ عمل میں تبدیلی لائے۔

اس آرٹیکل میں مختلف قرآنی مثالوں کو نہ صرف فطری انسانی رجحانات کے ساتھ ہم آہنگ کیا گیا بلکہ عصر حاضر میں ان کا اطلاق بھی پیش کیا گیا تاکہ ان مثالوں کی موجودہ دنیا کے مسائل پر روشنی ڈالی جاسکے۔ ان مثالوں کے ذریعے انسان کو صحیح رہنمائی فراہم کی گئی ہے تاکہ وہ اپنی زندگی میں توازن پیدا کرے فطری خواہشات پر قابو پائے اور اپنے اعمال کو اللہ کی رضا کے مطابق ڈھالے۔

سفارشات

1. قرآنی مثالوں کو تعلیمی نصاب کا حصہ بنایا جائے تاکہ نئی نسل اپنی فطری خواہشات اور زندگی کے اصل مقصد کو بہتر طور پر سمجھ سکے اور ان پر عمل کر سکے۔
2. تربیتی پروگرامز اور ورکشاپس کے ذریعے لوگوں کو قرآنی مثالوں کی اہمیت اور ان پر عمل کے فوائد سے آگاہ کیا جائے۔
3. موجودہ سماجی مسائل جیسے مادہ پرستی، اخلاقی انحطاط اور فلاحی معاشرت کے بحران کا حل قرآنی مثالوں کو عملی زندگی میں اپنانے میں مضمر ہے۔
4. قرآنی مثالوں کی حکمت اور موجودہ دور میں ان کے عملی اطلاق پر مزید گہرے اور جدید تحقیقی مطالعات کیے جائیں۔
5. حواشی:
6. (۳) المدخل إلى السنن الكبرى، ۱۹۱، اور دیکھیں مسروق کا قول جامع بیان العلم میں، ۱۶۸/ ۲، اور الزهري کا قول، ۱۶۹/ ۲۔
7. (۴) المدخل إلى السنن الكبرى، ۱۹۶۔
8. (۵) جامع بيان العلم وفضله لابن عبد البر، ۷۱/ ۲، اور دیکھیں، ص ۷۴۔
9. (1) جامع بیان العلم، ۷۵۰/ ۲۔
10. (۷) جامع بیان العلم، ۷۷/ ۲، اور دیکھیں ابن بطال کا بیان فتح الباري میں، ۳۰۱/ ۱۳۔
11. (۹) جامع بیان العلم، ۱۶۸/ ۲۔
12. (۱۰) جامع بیان العلم ۱۶۹/ ۲۔

13. (۱۱) دیکھیں: جامع بیان العلم، ۷۷/۲، اور فتح الباري، ۳۱۰/۱۳۔

14. (۱۲) جامع بیان العلم، ۷۰/۲، ۷۱، ۷۷۔

15. (۱۳، ۱۴، ۱۵) جامع بیان العلم، ۱۷۰/۲۔

16. (۱۷) فتح الباري، ۳۰۳/۱۳۔

17. (۱۸) جامع بیان العلم، ۱۶۹/۲۔

18. (۱۹) علم، جو کہ جاہل کا مقابلہ ہے، وہ مذموم رائے کے تعریف میں ذکر کیا گیا ہے، جبکہ خواہش (ہوا) کا مقابلہ ورع سے ہوتا ہے؛ کیونکہ ورع انسان کو حق کے خلاف جانے سے بچاتا ہے۔

19. (۲۰) جامع بیان العلم، ۷۰/۲ - ۷۱۔

20. (۲۱،۲۲) جامع بیان العلم، ۷۱/۲۔

21. (۲۳) جامع بیان العلم، ۷۲/۲، اور دیگر آثار دیکھیں، ص ۶۹ - ۷۹۔

22. (۲۴) مجھے کسی صحابی سے ایسا کوئی قول نہیں ملا جو اس مکتبہ فکر کی حمایت کرتا ہو جو تابعین میں ظاہر ہوا۔

23. (۲۵)

24. (۲۶) تفسیر الطبري (ط شاکر)، ۸۶/۱۔

25. اس ترجمہ میں ہر حوالے کے بعد اس کا اردو میں ترجمہ کیا گیا ہے تاکہ آپ کو حوالہ جات کا مطلب اور تفصیل سمجھنے میں آسانی ہو۔

26. (۲۷،۲۸) فضائل القرآن، ابو عبید، صفحہ ۲۲۹۔

27. (۲۹) اس حوالے کے لیے دیکھیں:

28.

29. الکامل للمبرد (تحقیق: دالی)، جلد ۲، صفحہ ۹۲۸/۲، ۱۳۵، ۴؛ تہذیب اللغۃ، جلد ۱۴، صفحہ ۱، إعجاز القرآن للخطابي (تحقیق: عبد اللہ الصدیق)، صفحہ ۴۲۔

30. (۳۰) اس کے لیے دیکھیں: تفسیر الطبری (طبع: شاکر)، جلد ۱، صفحہ ۸۲/۱ - ۸۳۔

31. (۳۳)

32. اس کے لیے دیکھیں: فتح الباری، جلد ۱، صفحہ ۲۰۴، اور شرح ابن حجر، جلد ۱، صفحہ ۲۰۴ - ۲۰۵۔

33. (۳۶) اس کے لیے دیکھیں: فتح الباری، جلد ۱، صفحہ ۲۰۵۔

34. (۳۷) اس حوالے کے لیے دیکھیں: تفسیر الطبری (طبع: شاکر)، جلد ۸، صفحہ ۵۳، ۵۴۔

35. (۳۸) اس حدیث کو بخاری نے فتح الباری میں (جلد ۱، صفحہ ۲۴۶)